

سات سو انسان روز مر رہا ہے!

فائزہ انصاری کے چہرے پر بلا کی تکلیف تھی۔ پاکستان کی مشہور ترین ماڈل اور کامیابی کی سند خاموشی سے کرسی پر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ذاتی زندگی کے متعلق ایسے منفی انکشافات جو بہت بہادر انسان کر سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر فائزہ ایک دلیر لڑکی ہے۔ بچپن سے ہی سیلانی طبیعت کی مالک۔ کراچی سے تعلق رکھنے والی فائزہ عین جوانی ہی میں فیشن انڈسٹری میں آچکی تھی۔ ماڈل کے طور پر اپنے شعبہ میں شاندار کامیابیاں حاصل کر لی تھیں۔ چھوٹی سی عمر میں دو مرتبہ لکس ایوارڈ حاصل کر چکی تھی۔ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں فین اسکے اشارہ ابرو کا انتظار کرتے تھے۔ جس بیگ کو وہ خریدتی تھی، نوجوان لڑکیوں کی اکثریت دیکھتے ہی دیکھتے وہی خریدنا شروع کر دیتے تھے۔ جس برانڈ کے اشتہار میں ماڈلنگ کرتی تھی، اسکی فروخت حد درجہ بڑھ جاتی تھی۔ پیسہ، شہرت اور خوبصورتی کی بہتات اسکے سامنے دم بھرتے تھے۔ ذاتی دوستوں کی فہرت بھی طویل تھی۔ کبھی ملیشیا میں فوٹوشوٹ تو کبھی لندن کے مشہور مقامات پر ماڈلنگ۔ جوانی ہی میں کامیاب ہو چکی تھی۔ کامیابی جو اکثر لوگ صرف خواب میں دیکھتے ہیں اور خواب ہی رہ جاتی ہے۔

فائزہ کی شادی، شوبز کے شعبہ سے منسلک سید رضوان اللہ سے ہوئی تھی۔ دونوں کی پسند کی شادی تھی۔ تقریبات میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ ہر اخبار میں شادی کی تصاویر نمایاں انداز میں شائع ہوئیں۔ خوش قسمتی اس جوڑے کی دہلیز کی باندی سی تھی۔ عام سی، بے وقعت ملازم۔ مگر دونوں کا مقدر بے حد تنزیل کا شکار ہونے والا تھا۔ ایک ایسی تاریکی، جس کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ شادی سے قبل ہی فائزہ کو اندازہ تھا کہ رضوان سگریٹ میں ملا کر کچھ پیتا ہے۔ اسکے لیے یہ ملاوٹ عجیب سی تھی۔ رضوان سگریٹ پینے کے بعد ایک حیرت انگیز سی بلندی پر چلا جاتا تھا۔ کسی پُرسکون وادی کی سیر پر۔ یا پرندوں کے ساتھ اڑان کی مہم پر۔ نوجوان لڑکی کو یہ ضرور پتہ تھا کہ یہ سگریٹ عام سی چیز نہیں ہے۔ یہ کوئی خاص سی غذا ہے جو اپنے اندر طاقت لاہوتی رکھتی ہے۔ خیر شادی کے جب مستقل طور پر رضوان کے ساتھ منتقل ہوئی تو اسے بھی شوق چڑھا کہ سگریٹ میں سفید اوڈر ملا کر پیے۔ پاؤڈر گھر میں ہر وقت موجود رہتا تھا۔ ہر ہفتہ ایک نامعلوم شخص مقررہ وقت پر آتا تھا۔ شوہر کو کافی مقدار میں پڑیاں دیتا تھا۔ پیسے لیکر چیکے سے غائب ہو جاتا تھا۔ فائزہ کی نظر میں منشیات فروش ایک سایہ سا تھا۔ نامعلوم فرشتہ مگر اسے قطعاً علم نہیں تھا کہ دراصل کسی بھی نام سے محروم موت کا فرشتہ ہے۔ ایک دن خاوند نے اپنے لیے پاؤڈر والا سگریٹ بنایا تو فائزہ نے دو سگریٹ بنانے کیلئے کہا۔ سگریٹ کے کش لیتے ہی فائزہ بھی خلا میں پہنچ گئی۔ سیاروں اور ستاروں کے درمیان پرواز کرنا شروع کر ڈالی۔ سکون اور مزے میں آگئی۔ پاؤڈر والا سگریٹ اسے از حد پسند آیا۔ ایک ہفتہ تک روز سگریٹ پینے سے کیف سا طاری ہو گیا۔ اگلے ہفتے رضوان کسی کام سے شہر سے باہر گیا۔ تقریباً دو ہفتے کیلئے۔ ایک دن بعد گھر میں سفید پاؤڈر ختم ہو گیا۔ پورا دن پاؤڈر نہ پینے کی وجہ سے فائزہ کو ایسے لگا کہ مرنے والی ہے۔ سارے جسم میں درد اور ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ آنکھوں اور ناک سے پانی نکلنے لگا۔ نیند اور بھوک مکمل طور پر ختم ہو گئی۔ ایسے لگتا تھا کہ کوئی جلاہاتھ میں کوڑا لیکر اسکے جسم پر ہنٹر برسار رہا ہے۔ اس کیفیت میں فائزہ نے نامعلوم سایہ کو فون کیا۔ ایک گھنٹہ میں سامان گھر پہنچ گیا۔ مگر قیمت بڑھ چکی تھی۔ پولیس کے بھتے کی وجہ پاؤڈر کی قیمت دو گنی ہو چکی

تھی۔ مگر ایک کامیاب ماڈل کیلئے پیسہ بے معنی تھا۔ فوری طور پر سفید پاؤڈر خریدا۔ صرف ایک سگریٹ پینے سے وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ تمام دردیں غائب ہو گئیں۔ ایک دم جسم ٹھیک کام کرنے لگا۔ اس وقت فائزہ کو اندازہ ہوا کہ پاؤڈر کی مستقل طور پر عادی ہو چکی ہے۔ پاؤڈر کوئی معمولی چیز نہیں تھی۔ دراصل یہ ہیروئن تھی جو اب اسکی جسمانی ضرورت بن گئی تھی۔ رضوان کے واپس آنے تک فائزہ گھر میں ہی مقید رہی۔ شوہر کی واپسی ہوئی تو دونوں ہیروئن کے اسیر ہو چکے تھے۔ اب یہ جوڑا سارا دن ہیروئن پیتا تھا۔ انکا کام بھی متاثر ہونے لگا۔ پہلے نوٹوشوٹ پر فائزہ اور اسکا خاوند وقت پر پہنچتے تھے۔ تندہی سے کام کرتے تھے اور ماڈلنگ کو سنجیدہ شعبہ کے طور پر لیتے تھے۔ پاؤڈر کے عادی ہونے کے بعد ہر چیز اُلٹی ہو گئی۔ جوڑا کئی کئی دن گھر میں رہتا تھا۔ معاندہ کرنے کے باوجود فائزہ اب شوٹنگ پر کئی کئی گھنٹے تاخیر سے پہنچتی تھی۔ شوہز میں فوری طور پر سب کو علم ہو گیا کہ میاں بیوی دونوں اب "پاؤڈری" بن چکے ہیں۔ مقدر یکسر تبدیل ہو گیا۔ جو لوگ ہر وقت ارد گرد موجود رہتے تھے، فوری طور پر غائب ہو گئے۔ جہاں بھی فائزہ جاتی تھی، دوست انکے متعلق منفی باتیں کرتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے۔ کراچی شہر انکے لیے اب ایک ویرانہ بن چکا تھا۔ دونوں کو کام ملنا بھی بند ہو چکا تھا۔ قسمت کی سنہری دیوی ان کے حصار سے باہر نکل چکی تھی۔ اسی مشکل میں بہت وقت گزر گیا۔

فائزہ ایک باہمت لڑکی تھی۔ سمجھ گئی کہ موت کے راستے پر تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ فیصلہ کیا کہ علاج کروائے گی۔ دونوں نے علاج کیلئے ایک پرائیویٹ کلینک میں داخلہ لے لیا۔ دو ہفتے کے علاج نے ہیروئن سے نجات دلادی۔ مگر سوال تھا۔ کتنے عرصے کیلئے۔ گھر واپس آ کر چند دن آرام سے گزرے پھر دوبارہ وہی کام شروع ہو گیا۔ کئی بار علاج معالجہ پر خطیر رقم خرچ ہوئی مگر موذی عادت ختم نہ ہو پائی۔ دونوں مکمل طور پر بے بس ہو گئے۔ لوگ ان سے ملنا جلنا چھوڑ گئے۔ عزیز رشتہ دار بھی کترانے لگے۔ فائزہ نے ان ناپسندیدہ حالات میں بہت بہادرانہ فیصلہ کیا۔ شہر چھوڑنے کا مستقل فیصلہ۔ پہلے مرحلے میں اپنے موبائل فون بند کیے اور پاکستان کے خوبصورت ترین علاقوں میں گم ہو گئے۔ نار ان کی وادی انکے لیے زندگی کا نیا دروازہ تھی۔ کئی ہفتہ شمالی علاقوں میں رہنے کے بعد اب اس قابل ہو چکے تھے کہ پاؤڈر کے بغیر رہ سکیں۔ کراچی جانا اور وہاں رہنا انکے لیے کافی مشکل تھا۔ پرانے ماحول میں جا کر خطرہ تھا کہ دوبارہ پاؤڈر پینا نہ شروع کر دیں۔ چنانچہ دونوں لاہور منتقل ہو گئے۔ پانچ برس پہلے یعنی 2012 میں فائزہ نے زندگی کی قیمت خیز مشکلات ایک خاتون اخبار نویس سے شیئر کیں۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ صرف اور صرف جرات رکھنے والے لوگ ہی اپنی زندگی کے تاریک گوشوں کو عوام کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ بزدل لوگ تو پیدا ہی گلے شکوے اور شکایتیں کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ موت سے لڑنے کی بجائے اسے مقدر سمجھ لیتے ہیں۔ فائزہ انصاری نے جس بہادرانہ طریقے سے خوفناک بلا کو اسیر کیا، وہ اپنی جگہ ایک مثال ہے۔

یہ سچی کہانی لکھنے کی وجہ بہت خاص ہے۔ ہر وقت ملک میں مختلف مصائب کا مرثیہ پڑھتے رہتے ہیں۔ امریکہ، روس، چین، سعودی عرب سے تعلقات کے ہر دم مناظرے کرتے نظر آتے ہیں۔ پر منشیات کے خلاف اس درجہ توانائی کی مہم نظر نہیں آتی، جسکی اصل ضرورت ہے۔ پاکستان میں نوے لاکھ کے لگ بھگ منشیات کے عادی افراد موجود ہیں۔ پندرہ برس سے لیکر ساٹھ سال کے تیس لاکھ لوگ صرف اور صرف ہیروئن کے غلام ہیں۔ یہ لوگ پاؤڈر کے بغیر سانس نہیں لے سکتے۔ موذی پاؤڈر انکی جسمانی غذا بن چکا ہے۔ پچاس لاکھ پاکستانی

چرس استعمال کرتے ہیں۔ چرس انکے لیے خوراک کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسکے علاوہ لاکھوں لوگ گانجا، کوکین، شراب، شیشہ اور نشہ آور گولیاں استعمال کر رہے ہیں۔ ملک کے کسی بھی حصے میں ہوں۔ ہیروئن اور چرس آرام سے مل جائیگی۔ ہمارے ملک میں کسی سیاسی یا مذہبی جماعت نے یہ نہیں کہا کہ اس ملک کو ہیروئن سے پاک کر دیگی۔ مذہبی جماعتوں کی طاقت کے پی اور بلوچستان میں طویل عرصے سے قائم و دائم ہے۔ انہی علاقوں میں ہیروئن کا استعمال سب سے زیادہ ہے۔ افغانستان جو ہمارے لیے مسائلوں کی جڑ ہے۔ پاؤڈر مہیا کرنے والا سب سے کامیاب عفریب ہے۔ دنیا کی پچھتر فیصد منشیات افغانستان میں جنم لیتی ہیں۔ ہیروئن مہیا کرنے کی فیکٹریاں پورے افغانستان میں بڑی آسودگی سے کام کر رہی ہیں۔ کے پی اور بلوچستان کے ہر محلہ میں یہ پاؤڈر میسر ہے۔ اسکے علاوہ اس پاک سرزمین کے ہر انچ پر یہ کاروبار کامیابی سے جاری و ساری ہے۔ کوئی اس پر آواز نہیں اٹھاتا۔ حالت اس درجہ ابتر ہے، کہ منشیات کے علاج کیلئے صرف 1990 بستر موجود ہیں۔ یہ علاج گاہیں صرف اور صرف تیس ہزار لوگوں کا سالانہ علاج کرنے کی استطاعت رکھتیں ہیں۔ انسداد منشیات فورس کے پاس بھی صرف چار یا پانچ ہسپتال ہیں۔ پاکستان میں ہر سال ساٹھ بلین ڈالر کی منشیات استعمال کی جاتی ہے۔ قرائن یہ ہیں کہ کسی بھی سرکاری مدد کا دور دور تک کوئی وجود نہیں ہے۔

اس صورتحال میں سب سے بھاری ذمہ داری گھر والوں کی ہے۔ جوان بچے یا بچیوں کے طرز زندگی کو جانچنے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر کوئی بچہ یا بچی ایک دم تنہائی پسند ہو جائے تو والدین کے کان کھڑے ہو جانے چاہئیں۔ اگر بچہ ایک دم زیادہ پیسے خرچنا شروع کر دے، تو پوچھنا چاہیے کہ پیسوں کا کیا کر رہا ہے۔ اگر ایک دم کوئی نوجوان لڑکا یا لڑکی کھانا پینا چھوڑ دے، دوستوں اور سہیلیوں سے کنارہ کش ہو جائے تو کسی انتظار کے بغیر تحقیق کرنی چاہیے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اہل خانہ کو نظر رکھنی چاہیے کہ گھر کا کوئی فرد ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا نشانہ تو نہیں بن رہا۔ کیا کسی منفی عادتوں والے دوستوں میں شامل تو نہیں ہو گیا۔ کیا ہر وقت گھر سے باہر تو نہیں رہنے لگا۔ غرض یہ کہ درجنوں نشانیاں ہیں جس سے کسی بھی منشیات میں مبتلا شخص کو پہچانا جاسکتا ہے۔ یہ بالکل کوئی مشکل کام نہیں۔ مگر آسان بھی نہیں ہے۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے۔ پاکستان میں روزانہ سات سوئسٹی بلا موت صرف اور صرف منشیات کی بدولت سفرِ عدم پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ تعداد دہشت گردی میں مرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ڈھائی لاکھ سالانہ اموات کوئی معمولی امر نہیں ہے۔ یہ سلسلہ برس ہا برس سے جاری ہے۔ بغیر کسی تعطل کے، ہمارے نوجوان بچے اور بچیاں مرتے جا رہے ہیں۔ مگر ہمارے مقتدر طبقہ کی توجہ صرف اور صرف پیسہ کمانے اور ذاتی ہوس اقتدار پر ہے۔ سات سو بندوں کے روز مرنے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ اقتدار سے واسطہ ہر فرد ہزاروں سال جیے گا۔ موت تو کسی اور کیلئے تخلیق کی گئی ہے!

راؤ منظر حیات